قانون خلع اور پاکستانی عدلیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

Khul' Law and Pakistani Judiciary: An Analytical Study

Munnazzah Rehmani

Doctoral Candidate Islamic Studies, Federal Urdu University, Karachi

Dr. Muhammad Hassan Imam

Chairman, Department of Islamic Learning, Federal Urdu University, Abdul Haq Campus, Karachi

Abstract

According to Islamic ideology, Allah SWT has sent a number of messengers for the guidance of the human race. And Islam is honored to be the full and final religion amongst all the holy scriptures. It is because the religion Islam is believed to be a complete code of life which not only covers detailed teachings regarding personal and individual, but also about collective, social, political, military and ethical aspects of our lives. According to the Islamic principles, a healthy marital relationship in an individual's life is essential to carry rest matters. This is the reason why the Quran and Hadith quotes at numerous places to maintain a healthy and loving relationship between the two spouses, and emphasis on keeping the holy bond of Nikah intact at every cost. Moreover, the spouses are advised to maintain tolerance, peace and harmony in their lives. Regardless, if the situation between the said parties gets worse, and there seems to be no chance of keeping the contract of Nikah, then the matter could be dealt with Talaq by mutual agreement from both sides. However, this act is considered unpleasant in Shariah or in the

eyes of Allah SWT. In the case of necessity, it is the last option available and hence the separation is declared between the parties. Since Talaq is harmful both at individual as well as collective level which in turn incites evil, crime and inferiority complex in the people's lives, yet still, the rate of divorce has been increasing at an alarming rate in our society. In turn, judicial separation of Nikah *Khul'*, has simultaneously increased in the same proportion. What *Khul'* is? What guidance does Quran ul Hakeem and Sunnah provide us regarding this act? What legal status does rule of *Khul'* occupies in the constitution? This thesis will discuss some more questions including the ones mentioned with detail and in relevance to the same topic.

Keywords: Divorce, Marital relationship, *Khul'* Nikāh, Judicial

تمہید

نظریہ اسلام کے مطابق اللہ تعالی نے انسانی معاشرہ کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام مبعوث فرمائے ہیں اور ادیان سماوی میں آخری دین ومذہب کا اعزاز دین اسلام کو حاصل ہے کیونکہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں انفرادی و شخصی معاملات سے لے کر عائلی، معاشرتی، سیاسی، عسکری، اخلاقی جملہ انسانی شعبہ جات کے بارے میں مفصل تعلیمات موجود ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی کے تمام معاملات میں بہتری کے خوشگوار ازدواجی تعلقات نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں زوجین کے مابین محبت والفت کی فضا کو فروغ دینے کے لیے جملہ مآخذ میں تلقین کی گئی ہے اور نکاح کے مقدس بندھن کو ہر حال میں قائم رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور ساتھ ہی زوجین کو ضبط و تحمل اور برداشت کو فروغ دینے پر ابھارا ہے۔ لیکن اگر ان سب کے باجود جانبین میں معاملات بگاڑ کی جانب چلے جائیں اور اور بقائے نکاح کی کوئی سبیل نظر نہ آرہی ہو تو پھر طلاق کی صورت باہمی رضامندی سے بھی طے کیا جاسکتا ہے لیکن بہر حال یہ عمل کسی بھی صورت شریعت میں پسندیدہ عمل نہیں لیکن مجبوری کی صورت میں یہی آخری راہ باقی رہتی ہے اور زوجین کے درمیان تفریق کر دی جاتی ہے۔ طلاق چونکہ انفرادی اور اجتماعی دونوں طور پر معاشرہ کے لیے ایک نقصان دہ عمل ہے جس کی وجہ سے کئی گھرانے شر انگیزی، جرائم اور احساس محرومی کا شکار ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود آج بھی طلاق کی شرح ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ بڑھ چکی ہے اوراسی تناسب سے عدالتی فسخ نکاح یعنی خلع میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ خلع کیا

ہے؟ قرآن حکیم اور سنت نبویہ ﷺ میں اس حوالے سے کیا رہنمائی ملتی ہے؟ ملکی قوانین میں خلع کو کیا حیثیت حاصل ہے؟ یہ اور اس جیسے دیگر سوالات ذیل میں زیر بحث ہوں گے۔

خلع کی تعریف

خلع کا مادہ خ۔ل۔ع ہے اور خلع عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ خَلَعَ سے نکلا ہے جس کے معنی اتارنے کے آتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں "خلعت اللباس" میں نے لباس اتار دیا۔ اس لفظ کو زوجین کی جدائی کے لیے اس لئے مستعار لیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ اور خلع کے ذریعہ یہ دونوں اپنا یہ معنوی لباس اتار دیتے ہیں۔ فتح القدیر میں بھی مذکور ہے کہ خلع لغت میں "اتارنے" کو کہتے ہیں[1] علاء الدین الکاسانی کے مطابق خلع کے لغوی معنی نزع کے ہیں۔ اور نزع ایک چیز کو دوسری چیز سے نکالنے اور الگ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ نے خلع کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے: ازالۃ ملک النکاح ببدل بلفظ الخلع"[2] "خلع کے لفظ کے ذریعہ معاوضہ لے کر ملک نکاح کو زائل کرنا"

خلع بھی دوسرے شرعی معاملات کی طرح ایجاب و قبول کے ذریعہ انجام پاتا ہے لیکن اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو تقریباً تمام فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر کے لیے معاوضہ لینا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ بغیر معاوضہ کے بیوی کو طلاق دے دے ایسی صورت میں مرد اگر معاوضہ لے گا تو سخت گناہ گار ہو گا اور حرام کا مرتکب ہو گا۔ اس بارے میں قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے کہ: "وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وایتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوامنہ شئیا[3] "اگر تمہارا ارادہ ہو کہ ایک بیوی کی جگہ دوسری بدل لو اور ان میں سے ایک کو تم نے کچھ مال دیا ہو تو اس مال میں سے کچھ (واپس) نہ لو، کیا اس کو بہتان اور کھلے گناہ کے طور پر واپس لو گے" ہاں اگر زیادتی عورت ہی کی جانب سے ہو اور وہی رشتہ نکاح کو فسخ کرنا چاہتی ہو تو "اس صورت میں مرد کے لیے معاوضہ لینا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ معاوضہ مہر مقدار سے زائد نہ ہو، تاہم اگر مہر سے زیادہ مقدار باہمی رضامندی سے مقرر کر لی گئی تو بھی خلع صحیح ہو گا اور عورت کو پورا مقررہ معاوضہ دینا ہو گا"[4] قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کا یہی مطلب ہے: "ولایحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموھن شئیا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح"[5] "اور جو مال تم نے اپنی بیویوں کو (مہر وغیرہ کے طور پر) دیا ہے اس میں سے کچھ واپس نہ لو، الا یہ کہ زوجین کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھیں گے پس اگر اے حکام تم کو خوف ہو کہ زوجین اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھیں گے تو ان دونوں پر اس مال میں کوئی گناہ نہیں ہے جسے عورت بطور فدیہ دے (اور اپنی جان چھڑائے)"

مفتی منیب الرحمن اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ عدالتی فسخ نکاح جس کو عرف عام میں خلع کہا جاتا ہے یہ شرعی خلع نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: "فَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ یُقِیْمَا حُدُودَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ[6] "اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ زوجین اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے، تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے (شوہر کے اسے لینے میں) تم دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے" اس ارشاد باری تعالی کی رو سے خلع یہ ہے کہ جب زوجین اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ وہ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی قائم نہ رکھ سکیں اور شوہر یکطرفہ طور پر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو پھر بیوی نے نکاح کے موقع پر

جو حق مہر لیا ہے وہ شوہر کو واپس کر دے اور شوہر اس کے عیوض اس کو طلاق دے دے، یہ طلاق بائن ہو گی اس کے بعد شوہر کو عدت کے اندر یکطرفہ رجوع کا حق نہیں رہتا البتہ دونوں باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، بشرطیکہ ایک ہی طلاق دی ہو۔

طلاق اور خلع میں فرق

جس طرح مرد کو طلاق دے کر عورت سے اپنا رشتہ نکاح ختم کر لینے کی اجازت ہے اسی طرح عورت کو خلع کے ذریعہ مرد سے پیچھا چھڑانے کی اجازت شریعت نے دی ہے، طلاق اور خلع میں فرق یہ ہے کہ طلاق بغیر کسی معاوضہ کے ہوتا ہے اور خلع میں عورت کو کچھ دینا پڑتا ہے۔ شریعت میں یہ بات مطلوب ہے کہ رشتہ نکاح ایک دفعہ قائم ہو جانے کے بعد پھر اسے توڑا نہ جائے، اس لیے طلاق کی طرح خلع کو بھی پسند نہیں کیا گیا ہے اسی وجہ سے جس طرح مرد کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ طلاق اور تفریق کا اختیار بالکل مجبوری کی حالت میں استعمال کرے، اسی طرح عورت کو بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ یہ قدم اس کو اسی وقت اٹھانا چاہیے جب کہ واقعی اس کی کوئی دینی، اخلاقی یا معاشی حق تلفی ہو رہی ہو یا اس پر کوئی ناقابل برداشت معاشرتی ظلم ہو رہا ہو یا وہ اپنے جنسی جذبات کی تسکین نہ ہونے کی بنا پر سخت ذہنی کوفت میں ہو تو پھر ان کے ارشاد ربانی اور حکم قرآنی ہے۔"فَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ يُقِيْمَا حُدُودَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا"[7] "پھر اگر دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ کے حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر دونوں پر کوئی حرج نہیں اور خلع لے لے" اس کے علاوہ اگر کوئی بلا وجہ اور حدود اللہ کے ضائع ہونے کا خوف بھی نہ ہو لیکن پھر بھی خلع پر اصرار ہو۔ تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے سخت وعید ارشاد فرمائی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:"عن النبی ﷺ انہ قال ایما امرأۃ اختلعت من زوجها من غیر باس لم ترح رائحۃ الجنۃ"[8] "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی وجہ کے شوہر سے خلع لے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ پائے گی"

خلع اور طریقہ کار

ہدایہ کتاب الطلاق میں مذکورہ ہے کہ خلع کا طریقہ کار یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو پیش کش کرے کہ میں اتنا مال دے کر آپ سے "خلع" کرتی ہوں شوہر اس پر رضامندی کا اظہار کر دے تو خلع ہو جاتا ہے اور نکاح ختم ہو جاتا ہے اور طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، اگر لفظ خلع کا ذکر نہ ہو مطلقا مال کا تذکرہ ہو مثلا بیوی کہے اسقدر مال لے کر مجھے طلاق دے دو اور شوہر قبول کر لے یا شوہر کی طرف سے پیش کش ہو اور عورت قبول کر لے تو طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، اسی قدر مال عورت کے ذمہ واجب رہتا ہے"[9] قانون اسلام نے جس طرح مرد کو یہ حق دیا ہے کہ جس عورت کے ساتھ نباہ نہ ہو سکتا ہو اسے وہ طلاق دے دے اسی طرح زوجہ کو خلع کا حق دیا گیا ہے لیکن عورت یہ حق محض خواہشات نفسانی کی خاطر بے جا طور پر استعمال نہیں کر سکتی بلکہ جب زوجین حدود اللہ میں رہ کر زندگی بسر نہ کر سکیں تب یہ حق استعمال کیا جاتا ہے۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:"خلع ایک عقد ہے جس کیلئے تمام دوسرے عقود کی طرح جانبین کی رضامندی ضروری ہے"[10]

خلع اور آئمہ مجتہدین

خلع سے متعلق جب آئمہ مجتہدین کے آراء وافکار پر غور کرتے ہیں۔ تو ائمہ آربعہ میں سے ہر ایک کا انفرادی حکم ہے لیکن اس سے مراد طلاق ہی کو لیا ہے۔ ذیل میں چاروں آئمہ کرام کے آراء وافکار سلسلہ وار زیر بحث ہیں۔ حنفی علماء کے نزدیک: خلع چونکہ ایک طلاق بائن ہے جسکے مؤثر ہونے کیلئے عدالتی حکم کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ معاملہ عدالت کے باہر بھی طے ہو سکتا ہے۔ امام اوعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک اگر خلع کی پیش کش (ایجاب) شوہر کی طرف سے ہو تو اس پر قسم کے احکام لاگو ہوں گے لہذا وہ اس پیش کش سے رجوع نہیں کر سکتا بلکہ اسے بیوی کے قبول یارد کا انتظار کرنا ہو گا لیکن اگر پیش کش بیوی کی طرف سے ہو تو اس پر عقد معاوضہ کے احکام لاگو ہوں گے لہذا وہ شوہر کے قبول کرنے سے قبل اپنی پیش کش سے رجوع کر سکتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس اصول سے استدلال کرتے ہیں کہ خلع عورت کی طرف سے عقد بیع ہے کیونکہ اس کے ذریعے وہ اپنی ذات پر کنٹرول واپس خرید لیتی ہے۔ اگر ناچاقی شوہر کی طرف سے ہو تو اس کے لیے خلع کے بدلہ میں کوئی عوض لینا جائز نہیں۔ حنفی فقہاء کے نزدیک خلع اور طلاق میں شوہر کو ویٹو کی طرح کا اختیار حاصل ہے۔ مالکی فقہ میں خلع: حضرت حبیبہؓ کا واقعہ ہے کہ "حبیبہ بنت سہیل، ثابت بن قیس کے نکاح میں تھی۔ ثابت نے اس کو مارا اور اس کے جسم کا کوئی عضو توڑ دیا وہ اگلی صبح نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کی شکایت کی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت کو بلایا اور کہا کہ اس کو دیئے ہوئے مال میں سے کچھ لے لو اور حبیبہ کو چھوڑ دو، انہوں نے عرض کیا: کیا یہ میرے لیے جائز ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے کہا: میں نے اس کو مہر میں دو باغ دیئے تھے وہ اس کے پاس ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ لے لو اور اس کو والگ کر دو چنانچہ ثابت نے ایسا ہی کیا"[11] امام مالکؒ نے حبیبہ والی جتنی روایات ہیں سب پر بحث کی ہے اور کہتے ہیں کہ خاوند کی رضامندی ضروری ہے۔ امام مالک نے یہ صراحت نہیں کی کہ خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں۔ تاہم ثالثوں کے بارے میں ان کے ہاں بڑی صراحت ملتی ہے۔ مالکی فقہاء حکمین کو اہم کردار قرار دیتے ہیں۔

شافعی فقہ میں خلع: فقہ شافعی کے بانی امام شافعی بھی خلع کو طلاق ہی کی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی مشہور کتاب، کتاب الام میں خلع کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "خلع طلاق کی طرح ہے اور وہ صرف شوہر ہی دے سکتا ہے۔"[12] چونکہ امام شافعی خلع کو طلاق قرار دیتے ہیں اس لیے وہ اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ خلع کا معاملہ عدالت کے اندر یا باہر دونوں جگہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ عوض لے کر طلاق دینا عدالت کے اندر اور باہر دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ حنبلی فقہ میں خلع: سورۃ البقرۃ ۲۲۹ میں اللہ تعالی خلع کی اجازت دیتے ہیں۔ اور وہ سلطان کی اجازت یا اس کے اجازت کے بغیر بھی ہو سکتا ہے[13] ان کے بقول یہ آیت اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ خلع طلاق بائن ہو گا کیونکہ اللہ تعالی نے اسے فدیہ قرار دیا ہے۔ ان مندرجہ بالا آئمہ اربعہ کے علاوہ فقہ جعفری میں خلع کے بارے میں بحث موجود ہے اور ان کے ہاں بھی خلع طلاق کے حکم میں ہے لیکن وہ خلع کے ساتھ لفظ طلاق کا استعمال ضروری سمجھتے ہیں۔

خلع اور فقہ جعفری

اثنا عشری (جعفری) فقہ کے عالم علامہ حلی کے نزدیک خلع کے معتبر ہونے کے لیے خلع کے ساتھ طلاق کا لفظ استعمال کرنا ضروری ہے۔ ان کے نزدیک جب عورت شوہر کو ناپسند کرنے لگے تو صرف مال کے بدلے میں نکاح ختم کرنا خلع کہلاتا ہے"[14] مختلف فقہاء کرام کی آراذ کر کرنے کے بعد جو واضح تصویر ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ:

۱۔ تمام فقہاء کرام خلع کی اجازت اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ اور حبیبہ کے معاملہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

۲۔ مالکی فقہ میں اگر شوہر نزاع کا باعث ہو تو اسے کسی قسم کا کوئی فدیہ، عوض، معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔ لیکن اگر جھگڑے کی وجہ بیوی ہو تو پھر اسے خاوند کو عوض دینا ہو گا۔

۳۔ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خلع کے نتیجے میں ہونے والی علیحد گی طلاق بائن ہو گی۔

۴۔ بدل خلع مہر کے مساوی، اس سے کم اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

۵۔ اگر بدل خلع مہر سے زیادہ ہو تو اخلاقی اعتبار سے یہ مکروہ ہو گا تاہم قانوناً عورت پر یہ سارا معاملہ لازم ہو گا۔

۶۔ جمہور فقہ نے حبیبہ کی حدیث کو ترک کر کے خلع میں شوہر کی رضامندی کو ضرور قرار دیا ہے۔

۷۔ مالکیہ نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۵ کی بنیاد پر مختلف نتیجہ اخذ کرتے ہوئے ثالثوں کو اجازت دی ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر نکاح ختم کر دیں اگرچہ جانبین نے انہیں اس کا اختیار نہ بھی دیا ہو۔

۸۔ جمہور فقاء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خلع کا معاملہ باہمی رضامندی سے طے پاتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے دونوں میاں بیوی کی رضامندی ضروری ہے جب کہ مالکی فقہاء نے ثالثوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ میاں بیوی کی رضامندی کے بغیر خلع کی بنیاد پر نکاح ختم کر دیں۔

۹۔ خلع ریاستی حکام کی مداخلت اور اس کے بغیر بھی طے کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ تمام فقہاء نے خلع میں حبیبہ کی حدیث نقل کی ہے جس کے بعض طرق کے مطابق نبی کریم ﷺ نے خاتون کو مہر سے زیادہ عوض دینے سے منع کیا ہے۔

عدالتی خلع

عدالتی خلع سے مراد در حقیقت وہ خلع ہے جو بیوی کو عدالت یا قاضی کی طرف سے اس وقت دیا جا سکتا ہے جب بیوی خاوند سے خلع کا مطالبہ کرے اور خاوند بلا کسی مناسب وجہ یا عذر شرعی کے خلع دینے سے انکار کر دے۔ اس طرح بیوی کے خلع کے لیے دعوی دائر کرنے پر عدالت اگر ضروری سمجھے تو خاوند کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کی ڈگری پاس کر دیتی ہے اور زوجین کے درمیان تفریق کرا دیتی ہے۔ تفریق یا خلع کے لیے عدالتی چارہ جوئی کا تصور نیا نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں جہاں دیگر کئی عائلی معاملات کے مقدمات کر سکتا ہے مثلاً ابن سیرین اور سعد بن جبیر کے نزدیک خلع قاضی کی رضامندی کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا۔

خلع اور پاکستانی عدلیہ

برصغیر پاک وہند (موجودہ بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) میں خلع سے متعلق اولین ریکارڈ شدہ مقدمہ منشی بزول الرحیم بنام لطیف النساء جس میں اس وقت ہندستان میں اپیل کے لیے سب سے اعلی اتھارٹی "پریوی کونسل" کی عدالتی کمیٹی نے قرار دیا کہ اسلامی قانون کے تحت شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا۔ بدقسمتی سے انڈیا میں آج بھی اس مقدمے میں کی جانے والی خلع سے عدالتی تشریح پر عمل درآمد ہو رہا ہے، البتہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں اب صورتحال مختلف ہے۔ پاکستانی عدلیہ میں خلع کے حوالے سے چند نظائر پیش کیے جاتے ہیں جس سے یہ بات پایہ ثبوت کا پہنچ جاتی ہے کہ پاکستانی عدلیہ میں خلع کا طریقہ کار کیا ہے اور اس میں کہاں تک قرآن وسنت سے رہنمائی لی جاتی ہے۔

نظیر اول: مسماۃ عمر بی بی بنام محمد دین([15]15) میں اسی عدالت کے فل بینچ نے سعیدہ خانم بنام محمد سمیع قرار رکھا۔ اس مقدمہ میں عدالت کے سامنے یہ سوالات رکھے گئے تھے۔

۱۔ کیا مزاج میں عدم موافقت شریعت میں طلاق کی بنیاد بن سکتی ہے؟

۲۔ کیا شقاق کی بنیاد پر اسلامی قانون میں طلاق کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟

عدالت نے دونوں سوالات کا جواب نفی میں دیا۔ اس مقدمہ میں عدالت نے حنفی فقہاء کی روایتی رائے کو ہی اختیار کیا اور شوہر کو طلاق کا حکم دیا۔

نظیر دوم: ۱۹۵۹ء میں لاہور ہائی کورٹ کے فل بینچ نے اسلامی قانون میں خلع کے بارے میں مسلمہ رائے کی از سر نو تشریح کی۔ مسماۃ بلقیس فاطمہ بنام نجم الاکرام قریشی[16] میں عدالت عالیہ عالیہ کے سامنے بنیادی سوال یہ تھا کہ آیا بیوی شوہر سے مہر میں لئے ہوئے مال کے بدلے میں نکاح سے آزادی حاصل کر سکتی ہے؟ عدالت نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ کی تشریح کے تحت قرار دیا کہ یہ آیت عورت کی جانب سے شوہر کو مالی معاوضہ ادا کر کے نکاح ختم کرنے کی مسلمہ طور پر اجازت دیتی ہے۔ جسٹس کیکاوس نے قرار دیا کہ "فان خفتم" میں خطاب لازمی طور پر حکومت وقت اور عدالتی احکام سے ہے اور ان الفاظ سے خطاب بدیہی طور پر میاں بیوی سے نہیں ہے۔ قاضی کے پاس معاملہ اس وقت لایا جاتا ہے جب بیوی طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر اس مطالبے کو ماننے سے انکار کر دے۔ عدالت نے اس بات کو یوں سمیٹا کہ قاضی کے پاس معاملہ لایا جانا اسی وقت بامقصد ہو سکتا ہے جب قاضی کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ نکاح کو ختم کر سکے اگرچہ شوہر طلاق دینے کے لیے راضی نہ ہو۔ عدالت نے مولانا مودودی کی رائے پر انحصار کرتے ہوئے اس مسئلے میں جمہور فقہاء کی آراء سے اختلاف کیا ہے اور اپنی رائے وضاحت سے بیان کی ہے کہ عورت کا حق خلع شوہر کے حق طلاق کے متوازی ہے۔ ثانی الذکر کی طرح اول الذکر بھی غیر مشروط ہے یہ تو شریعت کا مذاق بنانے والی بات ہوئی کہ ہم خلع کو ایک ایسی چیز سمجھنا شروع کر دیں کہ جو یا تو شوہر کی رضامندی یا پھر قاضی کے فیصلے پر موقوف ہو، اس حوالے سے خواتین کے حقوق کا جس طریقے سے انکار کیا جاتا ہے اسلامی قانون اس سے بری ہے۔

نظیر سوم: پاکستان کی سپریم کورٹ نے خورشید بی بی مقدمے میں فیصلہ کرتے وقت لاہور ہائی کورٹ کے دو مساوی بنچوں کے باہم متعارض فیصلوں میں سے بلقیس فاطمہ کیس میں دیئے گئے فیصلے کو اختیار دیا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ اگر عدالت تحقیق

کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر ہی خلع کا فیصلہ کر سکتی ہے۔اسی طرح ۱۹۶۷ء میں سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان ایس اے رحمان، فضل اکبر، جسٹس حمود الرحمن، جسٹس محمد یعقوب علی، اور جسٹس ایس اے محمود نے بھی خورشید بیگم بنام محمد امین[17] کیس میں فیصلہ دیا اور سپریم کورٹ کے اس فیصلے نے ماتحت عدالتوں کے لیے قانون کی حیثیت اختیار کر لی اور 1967 کے بعد ہماری عدالتیں خلع کے فیصلے اپنی صوابدید پر کر رہی ہیں۔2002ء میں قانون میں خلع کے مقدمات کو عدالت میں تیز رفتاری سے نمٹانے کے لیے ترمیم کی گئی کہ عدالت زوجین کو مصالحت کا موقع دے اور مصالحت کی ناکامی کی صورت میں عدالت لازمی طور پر عورت کے حق میں خلع کا فیصلہ کر دے اور خاوند کی رضامندی ضروری نہیں[18].

مذکورہ بالا ترمیم پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں سال 2005ء سے 2007ء کے عرصے میں چھ مختلف ملتی جلتی پٹیشنز میں چیلنج کی گئی جس کا فیصلہ 25 اگست 2009ء میں آیا۔یہ فیصلہ بنام سلیم احمد بنام فیڈریشن آف پاکستان کے نام سے 2014ء میں رپورٹ ہوا(19[19])عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ قانون کا متنازعہ حصہ یعنی سیکشن 10/4 قرآن وسنت کے کسی بھی حکم کا متصادم نہیں پایا گیا۔پاکستان کی اعلی عدلیہ خود کو تقلید کا پابند نہیں مانتی اور اس نے بظاہر اجتہاد سے کام لیتے ہوئے اپنے لیے تین حقوق مانے ہیں۔

ا۔پہلا ان کا یہ حق کہ وہ ضرورت کے مطابق قرآن وسنت کی آزادنہ تشریح کر سکیں گے۔

۲۔دوسرا یہ حق کہ وہ مختلف فقہی مکاتب بالخصوص فقہ حنفی کے روایتی مستند ستون سے اختلاف کر سکیں گے۔

۳۔اور آخری ان کا یہ حق کہ وہ اس معاملے میں پریوی کونسل کے فیصلوں کی اتباع نہ کریں۔اس حوالے سے بالعموم یہی سمجھا جاتا ہے کہ پاکستانی اعلی عدلیہ نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور انہوں نے بنیادی طور پر فقہاء کی آراء کے بجائے قرآن وسنت پر انحصار کیا ہے۔

پاکستانی قانون خلع اور اہل علم

پاکستان میں مروج عدالتی خلع کی شرعی حیثیت کے حوالے سے اہل علم مختلف رائے رکھتے ہیں۔

"ا۔عدالتی خلع کے بارے میں فتوی دینے کا ایک رجحان یہ ہے کہ عدالت اگر اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے حقوق شریعت کے مطابق انجام نہیں دے سکتے تو عدالت زوجین کے درمیان خلع کا فیصلہ کر دے خواہ خاوند کی رضامندی شامل ہو یا نہ ہو۔عدالت میں آکر بیوی کا یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ مجھے خاوند سے اس قدر بغض اور نفرت ہے کہ اس کے ساتھ رہنا ناممکن ہے۔فتوی دینے کا یہ رجحان سلفی علماء کے ہاں پایا جاتا ہے۔

۲۔پاکستان کے حنفی دار الافتاء عام طور مطلقا عدم جواز کے قائم ہیں۔نیز دارالعلوم دیوبند کا فتوی بھی عدم جواز کا ہے۔البتہ حنفی علماء یہ تجویز کرتے ہیں کہ فرد کو دور کرنے کے لیے خاوند پر جبر کیا جائے کہ وہ از خود طلاق یا خلع دے یعنی حاکم شوہر کو مجبور کرے کہ وہ نان ونفقہ دے اور زوجہ کی خبر گیری کرے ورنہ خلع کر لے یا طلاق دے۔"[20]

اسلامی نظریاتی کونسل اور قانون خلع

پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ایک آئینی ادارہ ہے۔جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل228 کے تحت قیام میں آیاہے۔ آئین کے آرٹیکل(ا)227 کے تحت کونسل کا کام یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن وسنت میں طے شدہ اسلامی احکامات کے مطابق بنائے اور کوئی بھی نیا قانون قرآن وسنت سے متصادم نہ بنایا جائے۔کونسل نے خلع کے بارے میں حکومت پاکستان کو جو سفارشات پیش کیں وہ یہ ہیں کہ:"ہماری نظر میں ملکی سطح پر ایسا قانون بنایا جائے جس کے تحت کسی خاتون کی لکھی ہوئی طلاق کی درخواست پر شوہر کو90 دنوں کے اندر طلاق دینے کا پابند بنایا جائے، اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو نوے دن گزرنے کے بعد اگر بیوی نے اپنی درخواست واپس نہ لی تو نکاح از خود ختم ہو جائے گا۔اس طلاق میں شوہر کو رجوع کا اختیار بھی حاصل نہ ہو گا۔بیوی بھی شوہر کے مطالبے پر شوہر کی طرف سے دی گئی جائیداد اور اثاثے سوائے مہر اور نان ونفقہ کے شوہر کو واپس کرے گی یا پھر اس قضیے کے تصفیے کے لیے عدالت سے رجوع کرے گی۔"[21]

الغرض اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی قانون میں خلع متاثرہ خاتون کے لیے دستیاب سب سے بہترین داد رسی کی صورت ہے۔سنت میں ثابت بن قیس کی بیوی حبیبہ بنت سہل کا واقعہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کی اہم مثال ہے۔جب کہ جمہور فقہ خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری قرار دیتے ہیں۔بہر حال سنت نبوی ﷺ ہمارے لیے معیار ہے صرف عورت کا بیان ہی خلع کے جواز کے لیے کافی نہیں بلکہ دونوں کے بیانات، اس وقت کی صورت حال اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے آخری حد تک جانے کی کوشش کرتے ہوئے درمیان کی راہ نکالنے کی ضرورت پر کوشش کرنی چاہیے اور اگر بالفرض تعلقات کے قیام کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش بہترین راہ عمل ہے۔

خلاصہ بحث

خلع طلاق ہی ایک قسم ہے۔اسلام نے جہاں اپنی تعلیمات میں طلاق کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے تو دوسری طرف تعلقات نبھانے میں اگر مشکلات کا سامنا ہو تو جانبین کے درمیان باہمی رضامندی سے جدائی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ تعلقات مزید انتشار کا شکار ہو کر انسانی جان کے لیے خطرہ نہ بن سکیں۔لیکن اس سہولت کے باوجود بھی جہاں تک بھی اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو انسانی معاشرہ میں ہر قسم کے اخلاقی مسائل کی راہ میں روک تھام کا ذریعہ نکاح کا مقدس عمل ہے اس لیے اس بارے میں شروع ہی سے مستنداور ہر طرف سے معلومات کے بعد اس رشتہ کو جوڑنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ انسانی معاشرہ ایک خاندان کی صورت میں ہی قائم رہ سکتا ہے اور خاندانی نظام کو بچانے میں اہم کردار طلاق کی شرح کو صفر پر لانے کی ضرورت ہے تا کہ ہر انسان اپنی زندگی میں اپنے حقوق ومفادات سے مکمل طور پر مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ارتقاء میں بھی اپنا کردار بخوبی ادا کر سکیں۔اس حوالے سے اہم کردار ریاست کا اور خاص کر ریاست کے مرکزی ستونوں میں سے اہم ترین ستون قضاء عدل کا ہے کہ وہ اس بارے میں سخت ترین قوانین کے لیے ریاست کو حکم دے اور زوجین کے مابین تفریق کے بعد معاملات میں سدھار اور ایسے خواتین کی نشوونما کے لیے کردار ادا کریں۔

References

[1] Ibn e Hamam, Fatah ul Qadeer, almat'aba al ameria, 6131AD, 3: 991.

[2] Ibn e Hamam, Fatah ul Qadeer, almat'aba al ameria, 6131AD, 3: 991.

[3] Al-Nisa 4:20.

[4] Badaya' Al-sanaya', Mustafa, 3 :515 .

[5] Al-Baqarah 2:229.

[6] Al-Baqarah 2:229.

[7] Al-Baqarah 2:229.

[8] Al-Tirmizi, Abu Esa , Muhammad bin Surah, Sunan Tirmizi, Bab:"MA JAA FIL MUKHTALIAAT, Hadees: 7011.

[9] Al-Maghinani, Hidayah, Kitab ul Talaq

[10] Kitab al-Mabsoot.

[11] Al-Sajitsani, abu-Dawood, Suleman-bin-ashas'.

[12] Al-Shafi, Imam, kitab-ul-Umm.

[13] Al-Baqarah 2:229.

[14] Najam-ud-din, al-hala, sharaie al Islam fi masaial al-Halal wa-Al-Haram

[15] Air 1945 Lah,51.

[16] PLD 1959 Lah,566.

[17] Khursheed begum banaam Muhammad Ameen PLD 1967S.c97.

[18] The west pakistan courts act 1964 section10.

[19] PLD 2014 FSC 43.

[20] Information gathered from multiple Darul-iftaa.

[21] Islami Nazriyati Council, meeting:171, Annual Report 2008-2009.